سلسلہ اصلاحی مواعظ

مستحبات

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال

عیادت کرنا

سلام کرنا

مسواک کرنا

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

میمن اسلامک پبلشرز

عرض مرتب

ہمیشہ کی طرح اس سال بھی جامعہ دارالعلوم کراچی کے تعلیمی سال کا آغاز مؤرخہ ۲۷ شوال ۱۴۱۵ھ کو افتتاح بخاری سے ہوا ۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سبحان محمود صاحب مدظلہم نے صحیح بخاری کے درس سے افتتاح فرمایا درس بخاری کے بعد صدر دارالعلوم استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے افتتاحی بیان فرمایا ۔ جس میں آپ نے طلبہ کو بتایا کہ دارالعلوم میں داخلے کا مقصد صرف حصول علم نہ ہونا چاہئیے بلکہ علم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی مقصود ہونا چاہیئے ۔ اس لئے نرا علم کافی نہیں ہوسکتا ۔ جب تک اس کے ساتھ تربیت نہ ہو ۔ چنانچہ دارالعلوم میں تربیت پر کافی زور دیا جاتا ہے اور اس کے لئے مختلف مجالس اور وعظ ہوتے ہیں ۔ تاکہ جب آپ یہاں سے پڑھ کر جائیں تو علم کے ساتھ ساتھ آپ کی تربیت بھی ہو چکی ہو ۔

احقر نے یہ افتتاحی بیان ٹیپ کے ذریعہ قلم بند کر کے پیش کر دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب کے لئے نافع اور مفید بنائے اور حضرت والا کو اس پر اپنے شایان شان اجر دنیا و آخرت میں عطا فرمائے ۔ آمین

محمد عبداللہ میمن

ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مستحبات
اللہ کے محبوب اعمال

الحمد للہ نحمدہ و نستعینه ونستغفرہ ونومن به ونتوکل علیه، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یهدہ اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادی له، واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له، واشھدان سیدنا ونبینا و مولانا محمدا عبدہ وسوله، صلی اللہ تعالی علیه و علی اٰله واصحابه وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔ امابعد۔

بہترین طریقہ زندگی

الحمد للہ، آج نئے سال کا آغاز ہو رہا ہے، اور صحیح بخاری کے درس سے ہم نئے سال کی تعلیم کا آغاز کر رہے ہیں، آج کے بعد باقاعدہ اسباق شروع ہو جائیں گے میں ہر مرتبہ اپنے طلبہ سے

ابتدائی خطاب کرتے ہوئے کہا کرتا ہوں کہ ہم نے یہ مدرسہ، یہ دارالعلوم صرف تعلیم اور درس و تدریس کیلئے نہیں کھولا، بلکہ اس کا مقصد طلبہ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت دینا بھی ہے کہ یہاں رہ کر آپ کے اخلاق کی اور آپ کے اعمال کی تربیت ہو۔ اور اپنی زندگی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق ڈھالنے کی تربیت کا کام یہاں انجام دینا ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے ہر عمل میں اس کا اہتمام ہونا چاہئے کہ یہ دیکھیں کہ ہمارا یہ عمل سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور ہماری کوشش یہ ہو کہ ہم اپنی زندگی کے جس عمل کو بھی سنت کے مطابق کر سکتے ہوں، اسکو ضرور سنت کے مطابق کرلیں، سنت سے بہتر کوئی طریقہ زندگی اس دنیا میں موجود نہیں، دنیا و آخرت کی تمام صلاح و فلاح اسی طریقے کے اندر جمع ہیں۔ آج تک دنیا کا کوئی معاشرہ، کوئی فلسفہ، کوئی شریعت و مذہب ایسا طریقہ زندگی نہیں لاسکا، جو طریقہ زندگی فخر موجودات سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال اور اپنے افعال کے ذریعہ اس امت کو سکھایا ہے، اور صحابہ کرام پر قربان جایئے کہ انہوں نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو یاد کر کے، اور ان کو اپنی زندگی میں رچابسا کر تابعین تک پہنچایا، اور پھر تابعین نے اس کو یاد کر تبع تابعین تک پہنچایا۔ اور اس طرح یہ متوارث دین اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندگی منتقل ہوتے ہوتے ہم تک پہنچا۔

صرف علم کافی نہیں

یاد رکھیئے، اگر کوئی مسئلہ آپ زبانی یاد رکھنا چاہیں گے، وہ یاد نہیں رھیگا۔ کچھ روز کے بعد بھول جائیں گے، لیکن اس مسئلے کو یاد رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ خود اس مسئلہ پر عمل کرنا شروع کردیں۔ پھر وہ مسئلہ آپ نہیں بھولیں گے۔۔۔بالکل اسی طرح سنت کا صرف علم کافی نہیں ہے، اس سنت پر عمل کرنا اور اسکو اپنی زندگی میں رچابسالینا بھی ضروری ہے۔ تاکہ وہ سنت یاد رہے۔ پھر وہ سنت نہیں بھولے گی۔

دین کا خلاصہ "سنت"

سنت سے میری مراد یہ نہیں جو "غیر واجب" ہو۔ جیسا کہ عوام سنت کا یہی مطلب لیتے ہیں، میں یہاں "سنت" کا لفظ اس معنی میں استعمال نہیں کررہا ہوں، بلکہ سنت سے میری مراد عام معنی میں یعنی ہروہ فعل یا قول یا تقریر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، وہ سنت ہے، سنت کے اس معنی اور مفہوم میں فرض بھی شامل ہے، واجب بھی داخل ہے۔ اور سنت موکدہ اور مستحبات بھی اس میں شامل ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے پانچ وقت کی نماز بھی سنت، روزہ رکھنا بھی سنت، اور مسواک کرنا بھی سنت، اور وتر کی نماز پڑھنا بھی سنت، مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں داخل کرنا بھی سنت، اور پہلے داہنے پاؤں

میں جوتا پہننا بھی سنت ہے ۔ لہٰذا دین کا خلاصہ سنت، اور سنت کا مطلب "دین سے" یہ دونوں ایک چیز ہیں، جو شخص سنت سے جتنا دور ہے، وہ دین، بھی اتنا ہی دور ہے۔ اور جو شخص جتنا سنت کا متبع ہے، وہ دین کا بھی اتنا ہی متبع اور پیروکار ہے۔

"مستحبات" عمل کیلئے ہیں

لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے مستحبات بھی سنت ہیں، اور دین ہی کا ایک حصہ ہیں، لیکن بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مستحبات عمل کرنے کیلئے نہیں ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان پر عمل کریں تو جواب میں کہتے ہیں کہ یہ مستحبات ہی تو ہیں اگر عمل نہ کیا تو کیا حرج ہے؟ اگر یہ بات عوام کہیں تو ان کو صرف مستحب پر عمل کرنے کی ترغیب کر دی جائیگی، لیکن عمل نہ کرنے پر نکیر نہیں کی جائیگی، لیکن وہ طلبہ اور علماء جنہوں نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق ڈھالیں گے، اور ہمارا جینا مرنا اس دین اور اس سنت کے مطابق ہو گا، ایسے طلبہ کو ترک مستحبات پر بھی ٹوکا جائیگا، چنانچہ اساتذہ کو چاہئے کہ وہ طلبہ کو ترک مستحبات پر بھی ٹوکیں، اسلئے کہ وہ طلبہ یہاں تربیت کیلئے اور دین کو اپنی زندگی میں ڈھالنے کیلئے آئے ہیں۔

شیطان کے بہکانے کا انداز

جب انسان کے سامنے کوئی مستحب عمل سامنے آتا ہے، تو دائیں طرف بیٹھا فرشتہ اسکو ترغیب دیتا ہے کہ اسکو کر لو، لیکن بائیں طرف بیٹھا ہوا شیطان اس کو ٹوکتا ہے کہ بھائی، یہ عمل مستحب ہی تو ہے، چھوڑ دینے میں کیا حرج ہے؟ مولوی کو بائیں طرف والے شیطان کی بات سمجھ میں آجاتی ہے، وہ یہ دیکھتا ہے کہ اسکی دلیل مضبوط ہے کہ مستحب چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، گناہ نہیں ہے، چنانچہ مولوی اس کی بات کو مان کر اس مستحب پر عمل کو چھوڑ دیتا ہے، جب شیطان یہ دیکھتا ہے کہ اس نے میری بات مان لی ہے تو اسکی ہمت بڑھ جاتی ہے، اب وہ دوسرے مستحبات بھی ترک کرانا شروع کر دیتا ہے، چنانچہ وہ ہر موقع پر اسکو ترغیب دیتا ہے کہ یہ مستحب چھوڑ دو تو کیا حرج ہے؟ اس پر عمل نہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رفتہ رفتہ وہ شیطان اسکو مکروہ تنزیہی پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ اس پر عمل کرلو، اس وقت دائیں طرف بیٹھا ہوا فرشتہ اسکو ٹوکتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے تو شیطان اسکو دلیل دیتا ہے۔ اسلئے کہ مولوی کا شیطان بھی مولوی ہوتا ہے وہ مسائل جانتا ہے، چنانچہ وہ اسکو کہتا ہے کہ مولوی صاحب! مکروہ تنزیہی تو مباح ہی کا ایک فرد ہے۔ اس پر عمل کرنا جائز ہے، کر لو، کوئی حرج نہیں، اب مولوی کو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ بات تو صحیح کہہ رہا ہے کہ مکروہ تنزیہی مباح ہی کا ایک فرد ہے، چنانچہ وہ مولوی اب مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، اور اس طرح یہ شیطان اسکو تباہی کے

راستے پر ڈال دیتا ہے۔

شیطان اور آگے بڑھتا ہے

اسکے بعد وہ شیطان اس سے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کراتا ہے چنانچہ اس کو ترغیب دیتا ہے کہ یہ عمل کرلو، اب دائیں طرف والا فرشتہ اس کو ٹوکتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی تو ناجائز ہے، تو شیطان اس کے خلاف دلیل دیتا ہے کہ مولوی صاحب! یہ مکروہ تحریمی تو ظنی ہے قطعی نہیں ہے اور خبر واحد سے اس کی کراہت ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کی کراہت کمزور قسم کی ہے اور پھر یہ گناہ صغیرہ ہے، اور گناہ صغیرہ ہر نیک عمل کے ذریعہ معاف ہو جاتا ہے نماز پڑھو گے تو یہ معاف ہو جائے گا کرلو، کیا حرج ہے! چنانچہ مولوی صاحب کو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے اور اس کا ارتکاب کرلیتا ہے اور اس طرح وہ آہستہ آہستہ صغیرہ گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے۔

کبیرہ گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے

اس کے بعد اب شیطان سمجھ جاتا ہے کہ اب یہ مولوی میرے قابو میں آگیا ہے، چنانچہ شیطان اس کو اب کبیرہ گناہوں کی ترغیب دینے لگتا ہے۔ اس وقت پھر داھنی طرف والا فرشتہ اس کو ٹوکتا ہے کہ کمبخت، تو اب تک تو تاویلیں کر کے صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہا

تھا، اور اب کبیرہ گناہوں کا ارادہ کر رہا ہے ؟ تو شیطان اس کے مقابلے میں کہتا ہے کہ مولوی صاحب، توبہ کا دروازہ تو کھلا ہے کر لو پھر توبہ کر لینا اس طرح یہ شیطان اس کو تباہی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ شخص اس شیطان سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور دائیں طرف والے فرشتے سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ مستحب ہی تو ہے

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو، بہت سے لوگ مستحبات کو یہ کہہ کر ترک کر دیتے ہیں کہ یہ مستحب ہی تو ہے، ترک کرنے میں کیا حرج ہے ؟ فرمایا کہ ایک مولوی صاحب تھے، جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو انہوں نے خلاف سنت دایاں پاؤں مسجد سے پہلے نکالا، حضرت والا نے کچھ نہ کہا اس کے بعد ایک اور موقع پر پھر ایسا ہی ہوا کہ مسجد سے نکلتے وقت انہوں نے پہلے دایاں پاؤں نکالا، اور داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے داخل کیا...... چونکہ حضرت والا ہر ایک کو نہیں ٹوکتے تھے ان صاحب کا چونکہ حضرت والا سے اصلاحی تعلق تھا اس لئے حضرت والا نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب ! یہ تو سنت کے خلاف ہے چونکہ مولوی کے بارے میں مشہور ہے کہ "ملا آں باشد کے چپ نہ شود" چنانچہ انہوں نے چھوٹتے ہی فوراً جواب دیا کہ حضرت یہ مستحب ہی تو ہے ......

اس کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ عمل مستحب ہے تو پھر اس پر نکیر بھی نہ فرمائیں......

"مستحبات" اللہ کے پسندیدہ ہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ ان مولوی صاحب نے لفظ "مستحب" پر غور کیا اور یہ نہ سوچا کہ یہ مستحب کیا چیز ہے ؟ یہ لفظ "مستحب" استحباب سے بنا ہے، اور استحباب کا مادہ اشتقاق "حب" ہے گویا کہ "مستحب" وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے تو جس عمل سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو کیا وہ عمل معمولی چیز ہے؟

اور "مستحب" کے معنی ہیں "پسند کیا ہوا" کس کا پسند کیا ہوا ؟ اللہ جل شانہ کا پسند کیا ہوا ہمارے رب، ہمارے خالق و مالک اور ہمارے محسن کا پسند کیا ہوا عمل ہے اور پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس پر عمل کرے گا، وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہو جائے گا۔

یہ جملہ جہنم میں لے جانے والا ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات آپ کی ٹھیک ہے کہ یہ "مستحب" ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا "مستحب" ترک کرنے کے لئے ہوتا ہے؟ یا عمل کرنے کے لئے ہوتا ہے؟ لوگوں نے مستحب کا

مطلب یہ نکالا ہے کہ مستحب وہ ہے جس کو ترک کیا جائے۔ حالانکہ ترک کرنے کی چیز تو "گناہ" ہے ہمارے طلبہ میں ذہنی طور پر اگرچہ یہ غلط فہمی موجود نہ ہو۔ لیکن عملی اور لاشعوری طور پر یہ غلط فہمی ہمارے طلبہ میں اور بہت سے علمی مشغلہ رکھنے والے حضرات میں پائی جاتی ہے کہ چلو یہ عمل مستحب ہی تو ہے ترک کرنے میں کیا حرج ہے؟ یاد رکھو، جو شخص یہ جملہ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے "وہ شخص کبائر میں مبتلا ہو کر رہتا ہے اور یہی جملہ انسان کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔

اس میں بڑا حرج ہے

تم کہتے ہو کہ کیا حرج ہے لیکن یہ تو دیکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل چھوٹ گیا تو کیا کوئی حرج نہیں ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے جس عظیم ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ جب نہیں ملا تو اس میں حرج نہیں ہے؟ یا مثلاً اگر بہت بڑا محل جو اربوں کھربوں روپے کا تھا جو بے شمار ناز و نعمت کے قیمتی سامان سے بھرا ہوا تھا۔ وہ محل آپ کو ایک مختصر سے مستحب پر عمل کرنے کے نتیجے میں مل سکتا تھا وہ آپ کو مستحب کے ترک کی وجہ سے نہ مل سکا تو کیا یہ حرج ہے یا نہیں؟ یہ کتنی بڑی محرومی ہے، اور کتنا بڑا حرج ہے۔

نیکی کا خیال "اللہ کا مہمان"

ہمارے مرشد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ تھے اسی سلسلے میں ان کا ایک عجیب ملفوظ ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے، فرمایا کہ ہر انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہمان آیا کرتا ہے اگر اس مہمان کی پزیرائی کی جاتی ہے، اس کا اکرام کیا جاتا ہے، اس کی خاطر تواضع کی جاتی ہے تو وہ مہمان بار بار آنے لگتا ہے اور اگر اس مہمان کا بہت زیادہ اکرام اور تعظیم کی جائے تو وہ مہمان یہیں رہنے لگتا ہے اور وہیں اپنا ڈیرہ لگالیتا ہے اس مہمان کا نام ہے "خاطر" یعنی "نیکی کرنے کا خیال" یہ خیال اور "خاطر" اللہ کا مہمان ہے، اس کی تعظیم اور اکرام یہ ہے کہ نیکی کا خیال آنے کے بعد اس پر فوراً عمل کر لیا جائے مثلاً جب آپ مسجد میں داخل ہونے لگے اس وقت آپ نے بایاں پاؤں داخل کرنا چاہا، اس وقت خیال آیا یہ تو تم سنت کے خلاف کر رہے ہو، سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں داخل کیا جائے اب آپ نے اس خیال کے آتے ہی فوراً بایاں پاؤں پیچھے ہٹالیا اور دایاں پاؤں پہلے داخل کیا تو اب آپ نے اللہ کے اس مہمان کی پزیرائی کی، اس کا اکرام کیا، اس کی حوصلہ افزائی کی تو اب مہمان دوبارہ بھی آئے گا۔

پھر یہ مہمان آنا بند کر دے گا

چنانچہ جب آپ مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں گے تو اس وقت یہ مہمان ذرا اور پہلے آجائے گا اور قدم باہر نکالنے سے پہلے وہ تمہیں کہہ دے گا کہ دیکھو، بایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا ہے اگر آپ نے اس کی بات مانتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں نکال دیا تو اب یہ مہمان بار بار آئے گا اور ہر نیکی کے موقع پر یہ تمہاری رہنمائی کرتا رہے گا۔

لیکن اگر پہلی مرتبہ یہ خیال آیا تھا، اس وقت شیطان نے تمہیں یہ سبق سکھا دیا کہ مولوی صاحب یہ عمل مستحب ہی تو ہے۔ ترک کرنے میں کیا حرج ہے؟ اور آپ نے اس کی بات مانتے ہوئے اس نیکی کے خیال کو جھٹک دیا تو اس صورت میں اس "خاطر" کی اور مہمان کی دل شکنی ہوگی اس کے بعد پھر دوبارہ آئے گا جب دو تین بار آپ اس کی بات نہیں مانیں گے تو پھر رفتہ رفتہ یہ مہمان آنا چھوڑ دے گا اور یہ سوچے گا کہ ایسے میزبان کے پاس کون جائے جو مہمان سے بات کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہو۔ اس لئے ہمارے مرشد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس مہمان کی قدر کیا کرو، اس کا اکرام کرتے ہوئے اس کی بات مان لیا کرو تاکہ یہ مہمان بار بار آئے اور تمہارے اور اسکے درمیان تعلقات اچھے ہو جائیں اور اگر اس کی ناقدری کرو گے تو یہ آنا ہی چھوڑ دے گا اور جب یہ آنا چھوڑ دے گا تو پھر کبیرہ گناہوں سے روکنے والا بھی کوئی نہیں آئے گا۔

ایک اصول

بہر حال، یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں، جن پر عمل کرنے کے بعد انسان بڑی چیزوں کی طرف بڑھتا ہے۔ نیکیوں میں بھی یہ اصول کارفرما ہے، اور گناہوں میں بھی یہی اصول جاری ہے۔ جو آدمی صغیرہ گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے، وہ رفتہ رفتہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، اور جو شخص مستحبات پر عمل کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو ترقی دیتے ہیں۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک اپنے فضل وکرم سے پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مستحبات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عالم دین کی ذمہ داریاں

یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو جس طبقے سے منسلک کر دیا ہے، اس کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ ان سے پوچھ بھی زیادہ ہوگی...... اب ایک شخص وہ ہے جو رکشہ چلاتا ہے یا بس چلاتا ہے یا سرکاری ملازم ہے اس پر دینی اعتبار سے اتنی ذمہ داریاں نہیں ہیں جتنی ذمہ داریاں مجھ پر اور آپ پر ہیں اس لئے کہ ہمیں جو کچھ مل رہا ہے وہ اسی بنیاد پر مل رہا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عالم باعمل ہوں گے، آج دنیا ایسے علماء کی منتظر ہے جو دین کا چلتا پھرتا نمونہ ہو اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عملی زندگی

گزار رہا ہو، آج کے دور میں کمی اس بات کی ہے کہ دین کا مکمل نمونہ سامنے موجود نہیں جو سیاست میں بھی سنت کا مکمل نمونہ ہو، نماز اور عبادات میں بھی سنت کا نمونہ ہو، گھریلو زندگی میں سنت کا نمونہ ہو، تجارت و معیشت میں بھی سنت کا نمونہ ہو۔ اخلاق اور عادات میں بھی سنت کا نمونہ ہو آج ایسے کامل نمونے کی ضرورت ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی وجہ شہرت

علماء دیوبند، جن کے ہم نام لیوا ہیں پوری دنیا میں جن کا نام چمکا، یہ صحابہ کرام کے نمونے تھے انہوں نے صحابہ کرام کی زندگیوں کے عملی نمونے دنیا کو دکھا دیئے ہم نے تو صرف کتابوں میں پڑھا ہے کہ صحابہ کرام ایسے تھے۔ لیکن علماء دیوبند نے اپنے اخلاق، اپنے اعمال اور اپنے کردار کے ذریعے دنیا کو دکھا دیا کہ آج بھی ایسے افراد ہو سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا نام اس کی عمارتوں کی وجہ سے نہیں چمکا کہ اس کی عمارتیں بہت بڑی ہیں، یا اس کی زمین بہت بڑی ہے، اور نہ طلبہ کی تعداد کی وجہ سے چمکا کہ اس کے اندر ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کا نام پوری دنیا میں اس لئے چمکا کہ وہاں علم بھی ٹھوس تھا اور عمل بھی عین سنت کے مطابق تھا، ایک ایک طالب علم اور ایک ایک استاد صحابہ کرام کے عملی نمونہ ہوتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور دارالعلوم دیوبند میں شعبہ فارسی کے صدر مدرس تھے اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق اور بے تکلف دوست تھے اور دارالعلوم دیوبند کے ہم عمر تھے جس سال دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی اسی سال ہمارے دادا کی ولادت ہوئی اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے اور تقویٰ اور پرہیز گاری میں عملی نمونہ تھے، علمی گھرانے کے فرد تھے یہ تمام خصوصیات ان کے اندر جمع تھیں لیکن اس کے باوجود دارالعلوم دیوبند میں فارسی پڑھانے پر لگا دیا گیا، فارسی بہت اچھی پڑھاتے تھے فارسی میں بہت قابل تھے اس لئے دارالعلوم کے بزرگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کو فارسی ہی میں رہنے دو چنانچہ عمر بھر فارسی ہی پڑھاتے رہے اور شعبہ فارسی کے صدر مدرس بن گئے اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی مشکوٰۃ شریف اور دورہ حدیث کی کتب پڑھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے؟ ضرور صلاحیت رکھتے تھے مگر اس وقت مدرسے کو فارسی پڑھانے والے کی ضرورت تھی اور چونکہ فارسی اچھی پڑھاتے تھے اس لئے بزرگوں نے کہا کہ تم فارسی کی خدمت کرتے رہو چنانچہ اس بندۂ خدا نے پوری عمر فارسی پڑھانے میں گزار دی اور کبھی یہ درخواست نہیں کی کہ مجھے عربی کا

کوئی سبق دے دیا جائے ...... یہ ان کے اخلاص کی دلیل تھی۔ کیونکہ پڑھانے سے مقصود تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اگر "آمدن نامہ" پڑھانے سے اللہ کی رضا حاصل ہو جائے اور بخاری شریف پڑھانے سے اللہ کی رضا حاصل نہ ہو تو اس صورت میں بتایئے "آمدن نامہ" پڑھانا اچھا ہے یا بخاری شریف پڑھانا اچھا ہے؟ ظاہر ہے کہ "آمدن نامہ" پڑھانا اچھا ہے ان حضرات کے سامنے کبھی اصل مقصود اوجھل نہیں ہوتا تھا۔

سنتوں کو زندہ کرتے تھے

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے داد حضرت مولانا یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ سنایا کرتے تھے کہ:

"میں نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور دیکھا ہے جب دارالعلوم کے مہتمم اور شیخ الحدیث سے لیکر دربان اور چپڑاسی تک ہر ایک صاحب نسبت ولی اللہ ہوتا تھا"

پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کا نام چمکنے اور پھیلنے کا راز یہی تھا، آج ہم انہیں بزرگوں کے نام لیوا ہیں ہمارے یہ بزرگ دوسرے فرقوں کے خلاف جلسے نہیں کیا کرتے تھے، جلوس نہیں نکالا کرتے تھے اور نہ لڑتے جھگڑتے تھے بلکہ سنتوں کو زندہ کرتے تھے اور صرف زبان

سے نہیں بلکہ عمل سے زندہ کرتے تھے، اور صحابہ کرام کے نمونوں کو تازہ کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے انوار و برکات پھیلتے جارہے تھے، تھوڑی سی محنت سے کام کہیں سے کہیں پہنچ جاتا تھا اس لئے کہ جو کام اخلاص سے کیا جاتا ہے اس میں برکتیں ہوتی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ

یہ واقعہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کرتے ہوئے گالی دے دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیرت اور حمیت کہاں اس بات کو برداشت کر سکتی تھی چنانچہ فوراً اس یہودی کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر خنجر نکال کر اس کے سینے میں گھونپنے لگے کیونکہ رسول اللہ کو گالی دینے والے کی سزا ہی یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے لیکن یاد رکھئے! قتل کرنے کا اختیار ہر ایک کو نہیں ہے اس کا اختیار والی ملک اور حکومت کو ہے اس لئے کہ حدود و قصاص جاری کرنے کا عمل حکومت کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا قاضی اور حاکم کو اس کا اختیار ہے، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے اس لئے آپ کے پاس اس کو قتل کرنے کا اختیار تھا اس یہودی نے جب دیکھا کہ اب میں مر رہا ہوں تو اس وقت مایوسی کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا جیسے ہی اس یہودی نے تھوکا

فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے، لوگ حیران ہو گئے کہ ابھی تو قتل کر رہے تھے اور اب چھوڑ دیا، کسی نے پوچھا کہ آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کو پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اور شرعی حکم کی وجہ سے قتل کر رہا تھا لیکن جب اس نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اس کی وجہ سے میرے غصے میں اور اضافہ ہو گیا اور میرا دل چاہا کہ اس کو جلد از جلد قتل کر دوں لیکن اس وقت مجھے خیال آیا کہ اب اگر میں اس کو قتل کروں گا تو اپنے غصے کی وجہ سے قتل کروں گا اور اپنی ذات کی وجہ سے قتل کروں گا اور اس قتل میں غلط نیت شامل ہو جائے گی اس لئے میں اس کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا جب اب یہودی نے یہ بات سنی تو فوراً مشرف باسلام ہو گیا اور کہا کہ جس دین کے پیرو کار تقویٰ کا یہ کمال درجہ رکھتے ہوں وہ کتنا عظیم دین ہے۔

مادر زاد ولی اللہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ تو ہم نے کتابوں میں پڑھا، لیکن اس واقعہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ دارالعلوم دیوبند کے مشہور استاذ حدیث حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو سنن ابو داؤد پڑھایا کرتے تھے یہ ہمارے دادا کے شاگرد تھے اور ہمارے والد صاحب کے بے تکلف استاذ تھے، صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے

اس وقت کے دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ اور بزرگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ یہ "مادر زاد ولی اللہ" ہیں، میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا لیکن مجھے یاد ہے کہ جب گھر میں کوئی بیمار ہو جاتا تو حضرت والد صاحب فرماتے کہ چلو میاں صاحب کے پاس چلیں، حضرت میاں صاحب نے اس پر دم کر دیا یا تعویذ دے دیا اور بیماری رخصت ہو گئی، ٹھیک ٹھاک ہو گئے۔

میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ دیوبند میں قحط ہو گیا اور عرصہ دراز تک بارش نہیں ہوئی لوگ بے تاب ہو گئے، دارالعلوم دیوبند کے بزرگوں نے مشورہ کر کے استسقاء کا اعلان کر دیا، دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے عالم نے پہلے دن نماز استسقاء پڑھائی، تمام حضرات شریک ہوئے شہر کے لوگ بھی شریک ہوئے مگر بارش نہ ہوئی دوسرے دن پھر نماز استسقاء ہوئی، انہیں عالم نے نماز پڑھائی لیکن بارش نہ ہوئی تیسرے دن پھر نماز استسقاء کا اعلان ہوا، لوگ جمع ہو گئے اور صفیں بندھ گئیں اور قریب تھا کہ وہی بزرگ اور عالم جنہوں نے پہلے دو دن نماز پڑھائی تھی نماز کے لئے آگے بڑھے ...... حضرت میاں اصغر حسین صاحب کا معمول یہ تھا کہ کبھی نماز میں امامت نہیں کراتے تھے حتی کہ اگر سفر پر ہوتے تو تب بھی اپنے ساتھ جو شاگرد ہوتا اس کو آگے کر دیتے خود آگے نہیں ہوتے تھے۔ اور

حضرت میاں صاحب ان بزرگ اور عالم کے مقابلے میں کم درجے کے سمجھے جاتے تھے جنہوں نے دو روز تک نماز استسقاء پڑھائی تھی ...... حضرت میاں صاحب آگے بڑھے اور ان بزرگ سے فرمایا کہ حضرت اجازت ہو تو آج نماز میں پڑھا دوں انہوں نے اجازت دے دی اور حضرت میاں صاحب نے نماز استسقاء پڑھا دی۔

ان کے ساتھ میری بھی شرکت ہو جائے

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس واقعے کے راوی ہیں، فرماتے تھے کہ ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ آج میاں صاحب نے بڑا عجیب کام کیا کہ درخواست کر کے نماز پڑھائی ـــــ حضرت میاں صاحب، صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے ـــــ جب نماز پڑھا کر واپس جانے لگے تو ہم بھی ساتھ ہو گئے، حضرت میاں صاحب کا گھر ذرا فاصلے پر تھا، جب راستے میں کوئی اور ساتھ نہ رہا تو میں نے بے تکلفی میں پوچھا کہ حضرت! یہ کیا قصہ تھا؟ حضرت نے فرمایا کہ "بس ایک بات تھی، یہ کہکر خاموش ہو گئے، جب تھوڑی دور اور آگے چلے تو میں نے پھر پوچھ لیا کہ حضرت، قصہ کیا تھا؟ بتائیں تو سہی، اس وقت فرمایا کہ بات دراصل یہ تھی کہ بارش تو ہونی نہیں ہے، لیکن شہر کے کچھ لوگ ان بزرگ اور عالم کے خلاف ہیں ان کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہیں، میں نے سوچا کہ تین دن تک نماز استسقاء پڑھانے کے باوجود جب بارش نہیں ہوگی تو مخالفین کو یہ کہنے کا موقع مل جائیگا کہ

چونکہ انہوں نے نماز استقاء پڑھائی ہے، اسلئے ان کی نحوست کی وجہ سے بارش نہیں ہوئی، اور ان کو طعنہ دیں گے۔ اور گالیاں دیں گے ــــــ اسلئے میں نے سوچا کہ ایک دن میں بھی نماز پڑھا دوں، تاکہ جب مخالفین کی طرف سے ان بزرگ کو گالیاں دی جائیں۔ تو ان کے ساتھ میری بھی شرکت ہو جائے۔

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریرالمجامع

آج جن بزرگوں کے ہم نام لیوا ہیں، یہ ایسی عظیم ہستیاں تھیں، جو مستحبات ہی پر عمل کر کے اس مقام تک پہنچیں ہیں، اسلئے مستحب پر عمل کرنا معمولی چیز نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرائض

یاد رکھیئے، نری تعلیم کبھی کافی نہیں ہوتی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف معلم نہیں تھے۔ بلکہ ساتھ میں مربی بھی تھے، قرآن کریم نے آپ کے چار فرائض بیان فرمائے ہیں:

"یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ"

پہلا فرض قرآن شریف پڑھ کر سنانا، جس میں قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم ہوئی۔ اس میں معانی قرآن کی تعلیم داخل نہیں۔ دوسرا فرض ہے، اعمال واخلاق کا تزکیہ کرنا، ان کو پاک کرنا، یہ تعلیم

نہیں بلکہ تربیت ہے اور پھر تیسرا فرض ہے قرآن کریم کے معانی اور اسکے حقائق کو بیان کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تربیت کو تعلیم پر اہمیت حاصل ہے، اسلئے تربیت کو تعلیم پر مقدم کیا۔

دارالعلوم بھی، دارالتربیت بھی

دارالعلوم "علوم کا گھر" تو ہے ہی، لیکن اسکے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ یہ "دارالتربیت" بھی ہو۔ جو مدرسہ "دارالعلوم" ہو، اور "دارالتربیت" نہ ہو، میرے نزدیک وہ مدرسہ "دارالعلوم" کہلانے کے بھی قابل نہیں، اسلئے کہ ایسا علم جو انسان کے اندر تقوی پیدا نہ کرے، اللہ کا خوف دل میں پیدا نہ کرے، اور اعمال و اخلاق کی اصلاح کی فکر پیدا نہ کرے، ایسا علم تو شیطان کا علم ہے، علم کے اندر شیطان کسی سے کم نہیں ہے، آج بھی بے شمار یہودی اور عیسائی ہیں، جن کو ہزاروں احادیث یاد ہیں، اور اسلامی علوم میں ماہر ہیں۔ لیکن ایمان سے محروم ہیں، لہٰذا یاد رکھئے۔ نرا علم کبھی کافی نہیں ہوتا۔ اسکے ساتھ تربیت ضروری ہے۔ اس دارالعلوم میں جتنے طلبہ ہیں، انکے طالب علمانہ فرائض میں جس طرح یہ بات داخل ہے کہ وہ تعلیم کے اندر محنت اور کوشش کریں۔ اور اساتذہ کی ہدایات کی پیروی کرنالازم سمجھیں اسی طرح تربیت کے ہر پہلو میں بھی پوری کوشش کرنا۔ اور اپنے بزرگوں اور اساتذہ کی ہدایات کے مطابق اپنے اخلاق درست کرنا بھی

ان پر لازم ہے، اور تربیت بار بار کوشش کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، مثلاً کوئی غلط عادت پڑی ہوئی ہے، اب آپ نے سن لیا کہ یہ عادت بری ہے، مگر وہ عادت اس وقت تک نہیں چھوٹے گی، جب تک اسکو چھوڑنے کی کوشش نہیں کرو گے، اور اسی کوشش کا نام مجاہدہ ہے، اور مجاہدہ کے ذریعہ نفس کی اصلاح ہوتی ہے، اور جب آپ مجاہدہ کریں گے تو انشاء اللہ پھر آپ کے عقائد، آپ کی عبادات آپ کے معاملات، آپ کی معاشرت اور آپ کے اخلاق، سب عین سنت کے مطابق ہوتے چلے جائیں گے۔

دین کے پانچ شعبے

بعض لوگوں نے دینداری کو صرف عبادات میں منحصر سمجھ رکھا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاح شخص بڑا دیندار ہے، اسلئے کہ وہ تہجد بہت پڑھتا ہے۔ یا فلاں شخص تلاوت بہت کرتا ہے، یا فلاح شخص تسبیحات بہت پڑھتا ہے۔ یہ تمام عبادات اپنی اپنی جگہ پر بڑی عظیم عبادات ہیں، لیکن دین اس میں منحصر نہیں، اسلئے کہ دین پانچ چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ نمبر ایک عقائد، نمبر دو، عبادات، نمبر تین، معاملات لین دین، خرید و فروخت، نمبر چار، معاشرت، معاشرت کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنا، نمبر پانچ، اخلاق، ان تمام شعبوں میں شریعت کے احکام پر عمل کرنا دین ہے، اور

اسکے برخلاف عمل کرنا بے دینی ہے، لہٰذا جو شخص صرف نماز پڑھ رہا ہے، اسکے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ دیندار ہے، یہ درست نہیں، بلکہ دیندار وہ شخص ہے جو دین کے تمام شعبوں پر عمل کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے تمام شعبوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور فرائض کے ساتھ سنن اور مستحبات پر بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو راہ مستقیم پر قائم رکھے، اور اللہ تعالی ہم سب کو اپنے اپنے فرائض حسن خوبی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائیں، اور ہمارے سب کاموں کو آسان فرمائے، آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين